سیدنا یزید اوز اکابرین امت

خاور امین باجوہ۔ کھیوڑہ

سردار داؤد صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے امیر المومنین کے الفاظ استعمال کیے تھے تو سخت ناراض ہو کر انہوں نے فرمایا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور اسے بیس کوڑے لگوائے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۱ بحوالہ ترجمان السنہ' صفحہ ۳۱)

سردار داؤد صاحب نے یہ بے پرکی تو اڑا دی ہے مگر یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کہ خود سیدنا حسینؓ نے آخر میں اپنے موقف سے رجوع کرکے یزید کو امیر المومنین تسلیم کرلیا تھا۔ اہلسنت اور شیعہ کی تمام کتب تاریخ میں موجود ہے کہ حسینی قافلہ جب کوفہ سے تین منزل دور رہ گیا تو سیدنا حسینؓ نے اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے تین شرائط پیش کیں

جو درج ذیل ہیں

(۱) مجھے واپس مدینہ جانے دو

(۲) مجھے اسلامی سرحدوں پر بھیج دو جہاد کروں گا

(۳) میں یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیتا ہوں (یعنی اس سے بیعت کرلیتا ہوں)

سیدنا حسینؓ کی طرف سے پیش کی گئی ان شرائط کی رو سے سردار داؤد اور انکے ہمنواؤں کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے اگر واقعہ کربلا حق وباطل اور کفر و اسلام کا معرکہ تھا تو شرط نمبر ایک کی وجہ سے سیدنا حسینؓ پر جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی کرنے اور مفروضہ دشمنان اسلام سے واپسی کی اجازت مانگنے کا الزام آئے گا جو کہ سیدنا حسینؓ کی غیرت اور دینی حمیت پر بہتان عظیم ہے۔ سیدنا حسینؓ معرکہ حق وباطل اور کفرواسلام میں اس قسم کے طرز عمل کا مظاہرہ کرسکتے تھے؟

شرط نمبر۲ کی رو سے بھی بالآخر سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع ثابت ہے کیونکہ سرحدوں کے پاس جہاد کے وسائل تھے اس لئے یزیدی لشکر میں شامل ہو کر جہاد کرنا بھی دراصل امیر یزیدؒ کی اطاعت کے مترادف ہی ہے۔ نیز اس شرط میں خود سیدنا حسینؓ نے مملکت کی سرحدوں کو اسلامی سرحدیں تسلیم کر کے یزیدی لشکر کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کی پیشکش کی ہے تو پھر اسکے باوجود حکومت کو غیراسلامی قرار دے کر واقعہ کربلا کو حق وباطل اور کفر و اسلام کا معرکہ کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ نیز کیا اہل کفر کے ساتھ مل کر جہاد ہوسکتا ہے؟

ڈرو اللہ سے ہوش کرو مکرو فریب سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

شرط نمبر ۳ کی رو سے خود سیدنا حسینؓ واضح طور پر بشارت مغفرت کے امین خلیفتہ المسلمین امیریزید کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دے کر بیعت کرنے کی پیشکش کر رہے ہیں کیا کسی کا فرو ملعون اور پلید کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ بیعت کے لئے تیار ہو سکتے تھے؟ سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع اس حقیقت کی غمازی بھی کرتا ہے کہ امیریزیدؒ کی نامزدگی قطعی طور پر جائز تھی اور امیریزید خلافت کے لئے مکمل طور پر اہل تھے امیریزید کو امیرالمومنین کہنا شرعی جرم ہے اور اسکی سزا کوڑے ہیں تو کیا خیال ہے سیدنا حسینؓ کے بارے میں جنہوں نے بالاخر اپنے موقف سے رجوع کرکے (جیسا کہ مندرجہ بالا سطور سے ثابت ہے) امیریزید کو امیرالمومنین تسلیم کرلیا نیز کیا خیال ہے سیدنا حسینؓ کے بیٹے سیدنا زین العابدین کے بارے میں جنہوں نے بشارت مغفرت کے امین خلیفتہ المسلمین امیریزید کے لئے لفظ امیر المومنین استعمال کیا؟ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۲۲۰' الامامت والسیاست جلدا صفحہ ۲۱۸' بلاذری جلد ۴ صفحہ ۳۹ بحوالہ امیرالمومنین معاویہؓ صفحہ ۳۹ از حکیم عبدالرحمان خلیق)

سردار صاحب نے خود بھی یہ تحریر کیا ہے کہ "صحابہ کرام اور تابعین نے امیریزیدؒ کی بیعت کرلی تھی" اب سردار صاحب اور ان کے ہمنوا' صحابہ کرامؓ اور تابعین کے بارے میں کیا کہیں گے؟ کیا موصوف کا یہ نظریہ دور خیرالقرون میں موجود صحابہؓ اور تابعین کے متعلق بغض وعناد کا مظہر نہیں؟

تم جو دیتے ہو نوشتہ وہ نوشتہ کیا ہے
جس میں ایک حرف وفا بھی کہیں مذکور نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کوڑوں والی روایت لکھ کر اس کے راویوں کے نام بھی تحریر کردیئے ہیں تاکہ اس مکذوبہ روایت کی حقیقت واضح ہو جائے اور مسلمین اسکے زہریلے اور سبائیت آمیز اثرات سے بچ جائیں چنانچہ اس روایت کے دو راوی "یحییٰ بن عبدالمالک اور نوفل بن ابی عقرب" مجہول الحال ہیں۔ اس مکذوبہ روایت کے مقابلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابو عبدالرحمان عبداللہ بن شوزب الخراسانی المعروف ابن شوزب جو کہ بڑے پایہ کے ثقہ راوی ہیں بخاری شریف میں بھی ان سے روایت لی گئی ہے اور ابن معین' نسائی' ابن حبان' سب ہی نے ان کو ثقہ صدوق کہا ہے کہ روایت لسان المیزان جلد ۶ صفحہ ۲۹۴ پر تحریر کی ہے چنانچہ آپ کے ذہن سے سبائیت کا زنگ اتارنے کے لئے ہم مذکورہ روایت پیش کرتے ہیں

وقال ابن شوزب سمعت ابراہیم بن ابی عبد یقول سمعت عمر بن عبدالعزیز یترحم علی یزید بن معاویہ ترجمہ :۔ ابن شوزب نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے یہ بات سنی وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمربن عبدالعزیز کو یزید بن معاویہ پر رحمتہ اللہ علیہ کہتے سنا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ابراہیم بن میسرہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے عمربن عبدالعزیزؒ کو کسی انسان کو مارتے پیٹتے نہیں دیکھا سوائے ایک شخص کے جس نے (امیرالمومنین معاویہؓ) کی بدگوئی کی تھی اس کو خلیفہ (عمربن عبدالعزیز) نے کوڑے لگوائے تھے۔ (الصارم المسلول علیٰ شاتم

الرسول' صفحہ ۵۶۹)

مندرجہ بالا حقائق کے ہوتے ہوئے سردار صاحب اور انکے ہمنواؤں کے تلبیس اور غلطی پر مبنی موقف کو کیونکر درست قرار دیا جاسکتا ہے؟

ع چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
آخر کو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

امیر المومنین سیدنا امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا کہ مدینہ کے کچھ لوگ امیر یزیدؒ کی ولی عہدی سے خوش نہیں۔ اجتماع عام میں بھاری اکثریت کے باوجود انہوں نے فرمایا کہ جب تک مدینہ کے باشندے بھی متفق نہ ہوں میں ولی عہدی کے لئے امیر یزید کا اعلان نہیں کرسکتا چنانچہ سیدنا معاویہؓ نے گورنر مدینہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ کو ہدایت کی کہ اس بات کو مدینہ منورہ کے معزز افراد کے سامنے پیش کرو' وہ باہمی اتفاق رائے سے جو رائے دیں وہ مجھے لکھیں۔ چنانچہ سیدنا مروان نے اکابرین مدینہ کو جمع کرکے حالات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ نزاکت حالات میں سیدنا معاویہؓ کے ارادے کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر یزید کی ولی عہدی کے بارے میں یہ گفتگو کی

"حضرت مروان نے تقریر کرتے ہوئے امیر یزید بن معاویہؓ کا ذکر کیا کہ ان کے والد کے بعد ان سے بیعت کی جائے اس پر سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکرؓ نے کچھ کہا تو سیدنا مروان نے کہا کہ ذرا ان کو پکڑ لو۔ وہ سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں چلے گئے۔ اس لئے لوگ انہیں پکڑ نہ سکے سیدنا مروان نے کہا کہ انہی جیسے لوگوں کے بارے میں اللہ نے یہ آیت اتاری

والذی قال ---- الخ یعنی وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا کہ افسوس ہے تم پر تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ سیدہ عائشہؓ نے پردے کے پیچھے سے فرمایا کہ اللہ نے ہمارے متعلق (خصوصیت سے) قرآن مجید میں میری پاک دامنی کی آیات نازل فرمائیں۔ (بخاری جلد ۳ صفحہ ۷۱۵)

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین معاویہؓ کی ہدایت کے مطابق مدینہ کے گورنر سیدنا مروان نے جس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سیدنا یزیدؒ کی ولی عہدی کا تذکرہ کیا تھا اس میں مدینہ طیبہ کے اکابر صحابہؓ وتابعین نے ہی صرف شرکت نہ کی تھی بلکہ روایت میں بیان کردہ سیدہ عائشہؓ کی پردہ کے پیچھے موجودگی اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ اس اہم قومی مسئلہ میں شہادت کے لئے امہات المومنینؓ بھی تشریف فرما تھیں۔ صحابہؓ کرام اور اکابرین مدینہ پر مشتمل اس نمائندہ اجلاس میں سیدنا عبدالرحمان بن ابی بکرؓ کے علاوہ کسی بھی قابل ذکر شخص نے سیدنا یزید کی ولی عہدی یا اہل بیت ونامزدگی کو ناجائز اور ناپسند قرار دے کر اس سے اختلاف نہ کیا' سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ' سیدنا عبداللہ بن عمرؓ' سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر اکابرین صحابہؓ' امہات المومنینؓ اور اکابرین طیبہ کی موجودگی میں صرف اکیلے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ کا اختلاف کوئی حیثیت اور وزن نہیں رکھتا یا للعجب! سیدنا یزید کی ولی عہدی یا نامزدگی اگر از روئے شریعت ناجائز ہوتی تو پھر صرف سیدنا عبدالرحمانؓ ہی

نہیں بلکہ تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسکی پر زور تردید کرتے ہوئے **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** کا ایمان افروز مظاہرہ کرتے' نہ کہ اس طرح خاموش رہ کر اپنے اجماع کا اعلان کر کے حق کے معاملہ میں مداہنت کا اظہار کرتے' جیسا کہ سردار صاحب اور انکے ہمنوا اس سے صحابہ کرام کے حق پر چلنے سے بے اعتنائی اور انحراف کو ثابت کرنا چاہتے ہیں

سردار داؤد صاحب لکھتے ہیں کہ "یزید کی حکومت کو چار وناچار جس طرح دوسرے مسلمانوں نے تسلیم کرلیا تھا۔ اسی طرح ابن عمرؓ نے بھی کرلیا تھا لیکن یہ کہنا حقائق سے منہ پھیرنے کے مترادف ہے کہ ابن عمرؓ یا دوسرے کبار صحابہؓ وتابعین نے برضاورغبت یزید کی حکومت کو تسلیم کرلیا تھا' (ماہنامہ ترجمان السنہ صفحہ ۲۹) سردار صاحب نے یہ تحریر کرکے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو اپنے ایمان پر قیاس کرلیا ہے' اور صحابہؓ کی ایمانی شدت و حرارت کو یکدم خوف میں تبدیل کرکے رکھ دیا ہے کہ انہوں نے ڈر اور خوف اور قتل وقتال کے اندیشے کے پیش نظر ایک کافر اور فاسق وفاجر شخص یزید کو خلیفہ تسلیم کرکے اسکی بیعت کرلی۔

دور خیر القرون اور صحابہؓ کی اس سے بڑھ کر اور توہین وتذلیل کیا ہوگی؟ اصحاب رسولؐ کی صفت قرآن نے یہ بیان فرمائی ہے

وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان (سورۃ الحجرات آیت ۷)

ترجمہ :۔ تمہاری طرف کفر اور فسق و فجور کو اور عصیان و نافرمانی کو اللہ تعالیٰ نے مکروہ اور ناپسند بنا دیا ہے۔

اس فرمان ربانی کے مصداق صحابہ کرامؓ ایک فاسق فاجر بلکہ کافر (نعوذباللہ) شخص یزید کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کرسکتے تھے کیا بشارت مغفرت کے امین خلیفۃ المسلمین سیدنا امیریزید رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق سردار داؤد صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے موقف اختیار کرنے سے اس فرمان الٰہی کی تردید وتکذیب لازم نہیں آتی؟

ع بار خاطر ہو تو قرآن کا ارشاد برا
دل کو بھائے تو سبائیوں کی خرافات اچھی

آخر موصوف' امیریزیدؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے صحابہؓ کرام کے ایمان کو کس حقیقت ونوعیت اور کس درجہ میں جگہ دیں گے جنہوں نے امیریزید کے فسق وفجور اور کفر (معاذ اللہ) کو دیکھتے ہوئے بھی خاموشی اختیار کی اور سیدنا حسینؓ کے سمجھانے اور امیریزیدؒ کے خلاف خروج کے باوجود بھی اپنی غیرت ودینی حمیت اور ایمانی فرض کو بیدار نہ کیا' کیا صحابہؓ کرام بزدل ڈرپوک اور باطل و کفرپرست تھے اور ان کا ایمان فریضہ یہی تھا؟

ع لئے ہے اپنے دامن میں لہو ارمان وحسرت کا
یہ رنگینی جو زیب داستان معلوم ہوتی ہے

رہا ابن عمرؓ کا امیر یزیدؒ کی ولی عہد کی بیعت کے متعلق موقف تو اس سلسلہ میں خود ابن عمرؓ کی زبانی صحیح بخاری میں یہ تفصیل مروی ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں حفصہؓ کے پاس گیا ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کیا آپ لوگوں کا حال دیکھ رہی ہیں کہ انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے اس معاملہ میں میرا کوئی حق ہی نہیں رکھا ام المومنین حفصہؓ نے فرمایا جاؤ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ تمہارے خاموش بیٹھے رہنے سے کہیں اختلاف پیدا نہ ہو جائے اور انہوں نے اس وقت تک ابن عمرؓ کو نہ چھوڑا جب تک وہ باہر نہ چلے گئے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۹)

سردار داؤد صاحب نے تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس روایت سے بھی استدلال کر کے اپنا موقف ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے جو کہ قطعی طور پر باطل ہے چنانچہ علامہ حبیب الرحمان کاندھلوی اس تلبیس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بخاری کی اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے کہ یزید کی ولی عہدی پر تمام امت کا اجماع ہوگیا تھا اور مدینہ کے کسی فرد نے بھی اس سے اختلاف نہ کیا تھا اور تمام علماء کے نزدیک اجماع امت حجت شرعیہ ہے جس کا منکر فاسق کہلاتا ہے۔ اس وقت صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں اپنی خلافت کی تمنا پیدا ہوئی جو ان کی بڑی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ نے ان کے ذہن سے نکال دی تاکہ امت میں از سر نو انتشار پیدا نہ ہو۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آگئی کہ ام المومنین حفصہؓ یزید کی ولی عہدی تک حیات تھیں اور ولی عہدی سے انہیں کوئی اختلاف نہ تھا اور چونکہ ام المومنین کا حجرہ مسجد سے ملحق تھا اور اجلاس میں حاضری کے لئے صرف ابن عمرؓ کی کمی رہ گئی تھی لہٰذا اسی لئے فرمایا کہ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور کہیں تمہاری تاخیر کے باعث امت میں اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔ بعض وہ حضرات جن کی تمام سوچ یزید دشمنی تک محدود ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ وقوعہ اس وقت پیش آیا جب حکمین اذرح میں جمع تھے اور یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ خلافت کے لئے حضرت علیؓ کے علاوہ کس کا انتخاب کیا جائے تو ام المومنین حفصہؓ نے اپنے بھائی کو شرکت پر مجبور کیا لیکن یہ سوچ سراسر غلط ہے۔ جس کی متعدد وجوہات ہیں

(الف) ام المومنین حفصہؓ اتنا طویل سفر کر کے مقام اذرح کس لیے تشریف لے گئی تھیں؟

(ب) اس وقت کسی کی بیعت نہیں ہو رہی تھی جو کسی تفریق کا اندیشہ ہو۔

(ج) ابن عمرؓ نہ خود حکم تھے اور نہ کسی کے مشیر، انکی غیر موجودگی سے کسی فیصلہ پر کیا اثر پڑ سکتا تھا وہ تو صرف فیصلے سننے تشریف لے گئے تھے

(د) اس وقت ابن عمرؓ کسی گروہ کے ساتھ نہ تھے اور نہ انہوں نے کسی کی بیعت کی تھی۔

(ھ) یہ بات اس لیے کہی گئی ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ ام المومنین حفصہؓ، یزید کی ولی عہدی کے وقت حیات نہ تھیں اس لئے ان کا سن وفات ۴۵ھ بیان کیا جاتا ہے جبکہ وہ وقوعہ ثابت کر رہا ہے کہ ان کا انتقال ۵۳ھ کے بعد ہوا ہے۔

(و) اس حدیث کے آخری الفاظ اس امرؑ تردید کے لئے کافی ہیں کہ یہ اذرح کا واقعہ نہیں ہے۔ "جب لوگ متفرق ہوگئے تو امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا اور کہا کہ جو شخص اس خلافت کے سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہے وہ اپنا سر اٹھائے ہم اس سے اور اسکے باپ سے بھی زیادہ اس خلافت کے مقدار ہیں"

حالانکہ مقام اذرح میں نہ امیر معاویہؓ موجود تھے' نہ انہوں نے کوئی خطبہ دیا تھا اور نہ وہاں کسی ولی عہد کا مسئلہ درپیش تھا۔ آگے ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں یہ کہوں کہ اس خلافت کا تجھ سے بھی زیادہ حق دار وہ ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی ہے (یعنی ابن عمرؓ) لیکن مجھے اس بات کا ڈر پیدا ہوا کہ میرے اس قول سے جماعت میں تفریق پیدا نہ ہو جائے اور لوگ میری اس بات کا مقصد غلط نہ لے بیٹھیں اور لوگوں کا خون بہنا نہ شروع ہو جائے پھر میں نے جنت کی نعمتوں کو یاد کرکے خاموشی اختیار کرلی (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹۰)

گویا ابن عمرؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ کسی صورت میں کوئی ایسا قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں جس سے امت میں اختلاف پیدا ہو اور لوگوں کا خون بہنا شروع ہو جائے خواہ اس کام کے لئے انکی ذاتی خواہشات کیوں نہ پامال ہو جائیں اور خواہ اپنے سے کمتر شخص کی اتباع کیوں نہ کرنی پڑے اس سے بڑا جہاد کیا ہوگا ...... الغرض انہوں نے نہ صرف یزید کی بیعت کی بلکہ ان تمام لوگوں کو غدار قرار دیا جنہوں نے یزید کی بیعت کرکے توڑ دی تھی (ملاحظہ فرمائیں البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

حضرت حسینؓ کے لئے اس مخالفت کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اپنی خلافت کے خواہاں تھے لیکن اگر ابن عمرؓ کی موجودگی میں یزید خلافت کا حق نہ رکھتا تھا تو حضرت حسینؓ بھی خلافت کا حق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ سبقت اسلام اور بلحاظ فضیلت ان (یعنی ابن عمرؓ) کا نمبر تو پندرہ سولہ افراد کے بعد آتا ہے۔ بلکہ خاندان بنی ہاشم میں بھی ایسے متعدد افراد موجود تھے جو اپنے اسلام اور علم وفضل کے لحاظ سے حضرت حسینؓ سے کہیں زیادہ درجہ رکھتے تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ' عبداللہ بن جعفرؓ اور ربیعہؓ بن حارث بن عبدالمطلب وغیرہ (مذہبی داستانوں کی حقیقت جلد دوم صفحہ ۱۹۰' ۱۹۱' ۱۹۲)

سردار داؤد صاحب نے اپنے مقالہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ صحابہؓ اور تابعین نے امیریزید کی بیعت کرلی تھی مگر اسکے باوجود بھی سردار صاحب نے امیریزیدؒ کو کفر اور معصیت کا مرتکب ٹھہرایا ہے سوال یہ ہے کہ کیا صحابہؓ کرام اور تابعین عظام ایک کافر اور فاسق وفاجر انسان کے ہاتھ پر بیعت کرسکتے تھے؟ اگر صحابہؓ کرام باطل پرست اور کفرنواز تھے' تو پھر انہیں اسلام کا محافظ کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ سردار داؤد صاحب اور انکے ہمنوا یہ تسلیم کروانا چاہتے ہیں کہ صحابہؓ کرام جرات وبہادری' غیرت اور دینی حمیت سے عاری تھے کیا رافضی شیعوں کا موقف اور شیعیت کی بنیاد بھی یہی نہیں' ایسی صورت میں موصوف اور شیعی سبائیوں کے موقف میں کیا فرق رہ جائے گا؟

ع وہ کچھ نہ کچھ حرف غلط کہتے رہے

اور انہی حرفوں سے میری دلیل بنتی گئی

سردار داؤد صاحب نے علامہ حافظ ابن کثیر کو بھی اپنا ہم موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے علمی بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظرانداز کردیا کہ انہی حافظ ابن کثیر نے امیر یزید ؒ کی مدح اور تعریف بھی کی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "اور یزید کی ذات میں قابل ستائش صفات جمع تھیں وہ حلم وکرم فصاحت وشعرگوئی اور شجاعت وبہادری کے ساتھ ساتھ امور سلطنت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور وہ خوب صورت وخوب سیرت تھے "(البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۰)

یہی حافظ ابن کثیر ایک اور مقام پر امام غزالی کی طرف سے امیر یزید ؒ کی عظمت ومنقبت کے دفاع کے پیش نظر فرماتے ہیں "امام غزالی نے امیر یزید پر سب وشتم اور تبرا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ وہ مسلمان تھے اور یہ ثابت نہیں کہ وہ قتل حسین ؓ سے راضی تھے۔ رہا ان پر "رحمتہ اللہ علیہ" کہنا یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور ہم تو ان پر رحمت کی دعا اپنی نمازوں میں تمام مسلمانوں اور مومنوں کے شمول میں مانگا کرتے ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۷۳) (جاری ہے)